اردو غزل اور فرانسس پریچٹ

عارفہ شہزاد

ABSTRACT

As a student of urdu,Frances Prittchet remembers her first experience of the ghazal...the preeminent genre of classical urdu poetry...was love at first sight.But much to her puzzelment and dismay,she discovered that modern urdu critics generally approach the classical ghazal with appology ,or even open disdain.In Nets of Awareness , Pritchett joins literary criticism and history to explain how ghazal,for centuries pride and joy of indo Muslim cilture,was abruptly dethroned devalued with in its own mileue by its own thoerists.This break with tradition was so sharp that today many aspects of the ghazal remain obsecure,and often distasteful to modern reader.

The cause of this abrupt shift ,Pritchett argues ,was not literary at all,but political.Pritchett shows how British suppession of the Mutiny and subsequent rule had disastrous cultural as well as political consequences.

In short,Pritchett shows us precisely the complexity and power of ghazal.

اردو شاعری میں غزل ہمیشہ مقبول ترین صنفِ سخن رہی ہے تاہم ایک دور ایسا بھی آیا جب کلیم الدین احمد اور جوش جیسے ناقدین نے اسے ''نیم وحشی صنفِ سخن'' یا ''گردن زدنی'' صنف قرار دیا۔ اس نوع کے مباحث اور اعتراضات کا آغاز آزاد کی آبِ حیات اور حالی کے مقدمہ شعر و شاعری ہی سے ہو گیا تھا۔ فرانسس پریچٹ نے اپنی کتاب *Nets of Awareness* میں حالی اور آزاد کی جانب سے غزل پر کیے گئے اعتراضات کا تجزیہ کیا ہے اور غزل کے ثقافتی و سماجی پس منظر کے بیان کے ذریعے اس کے دفاع کی سعی کی ہے۔ مذکورہ کتاب ۱۹۹۴ء میں یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا پریس، برکلے سے طبع ہوئی۔ ہمارے پیشِ نظر اس کا دوسرا ایڈیشن

ہے جو پاکستان میں کراچی سے آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس کے زیر اہتمام ۱۹۹۵ء میں شایع ہوا۔ اردو ادب کے حوالے سے فرانسس پریچٹ نے کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں یہ کتاب ایک اہم اضافہ ہے۔ کتاب کے ذیلی عنوان Urdu Poetry and its Critics سے اس کے مباحث کا درست اندازہ نہیں ہوتا۔ یوں لگتا ہے جیسے اس میں ساری اردو شاعری زیر بحث لائی گئی ہے حالانکہ پریچٹ نے اس کتاب میں محض غزل کے حوالے سے بات کی ہے۔ رالف رسل نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اسی امر پر اعتراض کیا ہے اور لکھتے ہیں:

> "Her subtitle is somewhat misleading. A more accurate one would have been 'The Urdu Ghazal and Its Critics', since it is only the ghazal which she is concerned with." (1)

فرانسس پریچٹ نے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے بہ عنوان "A Garden Now Destroyed" میں چار ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

ان ابواب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(1) The Lost World
(2) Beyond A Sea of Blood
(3) Reconstruction
(4) The Water of LIfe

ان ابواب میں اردو غزل کا تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں مغل سلطنت کے آخری دور، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، جنگ آزادی میں شکست کے بعد انگریزوں کی طرف سے ثقافتی تبدیلی بالخصوص

اردو زبان کے حوالے سے رویوں کی تبدیلی کی شعوری کوشش وغیرہ کا احاطہ کیا ہے۔ مصنفہ کے مطابق آبِ حیات اور مقدمہ شعر و شاعری کی تحریر کے پس پشت یہی سیاسی وثقافتی پس منظر کی تبدیلی تھی۔

دوسرے حصے بہ عنوان "Flowers on the Branch of n" کو بھی چار ابواب میں بانٹا گیا ہے۔ جن کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(1) Tazkirahs
(2) Poems Two Lines Long
(3) The Art and Craft of Poetry
(4) The Mind and Heart in Poetry

اس حصے میں پریچٹ نے اردو غزل کی کثیر الجہاتی معنویت اور زرخیزی کو واضح کرنے کے لیے مشہور شعرا میر، غالب اور ذوق کے شعروں سے متعدد مثالیں دی ہیں۔ وہ اس امر پر زور دیتی ہیں کہ کلاسیکی غزل کی تفہیم کے لیے تنقید کے روایتی طریق کار کو بروئے کار لانا چاہیے جس میں ہیئت اور تکنیک کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس کے

ذریعے معنویت تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ کتاب کے اس حصے میں مصنفہ نے جس انداز میں کلاسیکی شعرا کے متن کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، رالف رسل نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی بے حد تعریف کی ہے اور اس حصے کو کتاب کا بہترین حصہ قرار دیا ہے۔(2)

کتاب کا تیسرا حصہ "Light From English Lantern" کے عنوان سے ہے۔ اسے بھی چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان حصوں کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(1) The Cycles of Time

(2) From Persian to English

(3) Natural Poetry

(4) Poetry and Morality

اس حصے میں مصنفہ نے آزاد اور حالی کی سوانح اور نظریات کے اسباب کا تجزیہ کیا ہے۔ اس حصے کی وضاحت مصنفہ نے دیباچے میں ان الفاظ میں کی ہے:

> "......in the third part I analyze the new and classical poetics that Azad and Hali defined with such urgency and power." (3)

آزاد اور حالی کے طرزِ عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے فرانسس پریچٹ نے اس نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے کہ فاتح انگریزوں کی ثقافت کے مقابل اپنے ادبی ثقافتی ورثے کو محفوظ اور توانا بنانے کے لیے حالی اور آزاد نے غزل کے مضامین و اسلوب میں معاصر انگریزی ادب کے نمایاں شاعر ورڈزورتھ جیسی فطرت نگاری پر زور دیا۔ ان کی ان کوششوں کے پیچھے ادبی ورثے کی اصلاح کا جذبہ کارفرما تھا۔ لکھتی ہیں:

> "Even when they attacked their own poetry most bitterly, their love for it was never in doubt." (4)

تاہم وہ اس امر پر حیرت کا اظہار کرتی ہیں کہ ابھی تک کلاسیکی غزل کو اسی تناظر میں کیوں دیکھا جا رہا ہے۔ اب وکٹوریہ عہد نہیں رہا۔ چناں چہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو کے کلاسیکی ثقافتی ورثے کا مطالعہ وسیع تر تناظر میں کیا جائے اور اس کی قدر کی جائے۔ کتاب میں ان کا بنیادی موقف یہ ہے کہ آزاد اور حالی نے اردو غزل کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا یا ان کے ہاں جو نظریاتی تبدیلی نظر آتی ہے وہ ادبی نہیں سیاسی بنیادوں پر تھی۔ دیباچے میں اس امر پر زور دیتے ہوئے کہتی ہیں:

> "I argue that the cause of this abrupt 'paradigm shift' was not ultimately literary so much as political." (5)

کتاب کو قارئین کے وسیع حلقے کے لیے مفید بنانے کی غرض سے فرانسس پریچٹ نے اس میں مشکل ادبی اصطلاحات کی فرہنگ کے علاوہ نمایاں کلاسیکی شعرا کی منتخبہ غزلوں سے مثالوں پر مبنی ضمیمہ بھی شامل کیا ہے جس میں

ان اشعار کا انگریزی ترجمہ اور توضیح بھی شامل ہے۔مزید برآں اردو ادب کے انگریزی آ خذ کا حوالہ بھی دیا ہے تا کہ دلچسپی رکھنے والے قارئین مزید مطالعے کے مواد تک رسائی حاصل کر سکیں۔ اپنی اس شعوری کوشش کا تذکرہ انھوں نے دیباچے میں بھی کیا ہے۔

اردو غزل کی تنقید کے حوالے سے یہ کتاب یقیناً اہم تنقیدی مباحث کی حامل ہے۔اس میں فرانسس پرچٹ اردو غزل کے حوالے سے بہ طور طالب علم اپنا تجربہ بیان کرتی ہیں کی وہ اردو شاعری کی اس کلاسیکی صنف کی محبت میں پہلی ہی نظر میں مبتلا ہو گئیں تھیں۔ان کا غزل سے پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ اردو رسم الخط سیکھ رہی تھیں۔ان کے استاد نے انھیں غالب کی شاعری سے متعارف کرایا جس کا سمجھنا اس ابتدائی مرحلے پر ان کے لیے بہت دشوار تھا۔بعض اوقات غالب کے محض ایک شعر کے مطالعے پر ایک ایک گھنٹہ صرف ہو جاتا تھا۔پھر ایک دن ان کے استاد نے غالب کی غزل ان کی کلاس کو بیگم اختر کی آواز میں سنائی۔اس غزل کی گائیکی کو سن کر وہ مبہوت رہ گئیں اگرچہ غزل کے معانی و مطالب کو پوری طور پر سمجھنا ان کی دسترس سے باہر تھا۔پھر بھی ان کو اپنا یہ ابتدائی تاثر یاد تھا کہ انھیں اس غزل کے فنی توازن اور خوبصورتی نے گرفت میں لے لیا تھا۔انھیں تادیر اس غزل کی گونج اپنے اندر سنائی دیتی رہی۔

ایک روز لائبریری سے ڈاکٹر محمد صادق کی کتاب *A History of Urdu Literature* ان کے ہاتھ آئی تو وہ اس کا مطالعہ کرنے لگیں۔ ان کے لیے یہ امر خوش کن تھا کہ وہ اس کتاب کے ذریعے اردو زبان وادب کی روایت ااور بالخصوص غزل کو گہرائی کے ساتھ سمجھ سکتی تھیں۔تاہم اس وقت انھیں شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑا جب ڈاکٹر محمد صادق کی کتاب سے یہ ثابت ہوا کہ غزل کی صنف کو وہ خوامخواہ اتنا بلند مقام دے رہی ہیں۔غزل کے حوالے سے ڈاکٹر محمد صادق کے خیالات کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے فرانسس پریچٹ رقمطراز ہیں:

> "Professor Sadiq made it clear that it was wrong to value the ghazal so highly .For the ghazal has had a rotten streak from from the begining: it was 'tainted with narrowness and artificiality at the very outset of its career'.As a result ,it has innumerable flaws.The ghazal 'lacks freshness',it'has no local colour',its deficiency in 'truthfulness''sincerity'and a 'personal note' has made much of it into a 'museum piece' its imagery is 'fixed connected and often and stereotyped',it is 'incapable of showing any feeling for nature';it displays'fragmentariness'and is a 'patchwork of disconnected and often contradictory thoughts and

feelings'.Infact it is general it is held to be 'the least poetic of all forms,because it least admits of insipiration',and there is'large element of truth in the argument'It envision love as 'a torturer,a disease',and ultimately traceable to homosexual love which had taken deep root among the Persian and Persianized Arabs'.Furthermore,over time the ghazal has gone from bad to verse.It has developed 'wholly in the direction of fantasy and unreality';'facts give way to fancies',and the imagination explores'curious byways' as the ghazal evolves 'in its downward career'".(6)

غزل پر اس قدر شدید اعتراضات فرانسس پریچٹ کے لیے حیرانی کا باعث تھے۔محولہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ ڈاکٹر محمد صادق نے اپنی کتاب میں غزل کو مصنوعی، بے تحاشہ کجیوں کا شکار، سچائی سے خالی، عجائب گھر میں رکھے جانے کے قابل عجوبہ، جامد خیالات کی حامل سٹیریو ٹائپ صنف سخن،فطرت نگاری سے عاری، ان مل اور بے جوڑ بلکہ متضاد خیالات کا مجموعہ،شعری اصناف میں سب سے کم تر صنف قرار دیا ہے۔نیز ان کے نزدیک غزل میں محبت کو ایک ایسی بلکہ بیماری کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کے ڈانڈے امرد پرستی سے جا ملتے ہیں۔اس وقت فرانسس پریچٹ کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے یہ دیکھا کہ جدید نقاد غزل کی صنف کے شدومد سے مخالف تھے۔جدید ناقدین کا غزل کے حوالے سے یا تو معذرت خواہانہ تھا یا تحقیر آمیز۔ڈاکٹر صادق کی اس کتاب میں غزل کے حوالے سے ایسے معترضانہ اور غزل کے متعلق ایسی ہی دیگر آرا نے فرانسس پریچٹ کو مجبور کیا کہ وہ غزل کی مدافعت میں کتاب تحریر کریں۔فرانسس پریچٹ دراصل یہ جاننا چاہتی تھیں کہ غزل کے حوالے سے اس نوع کے شدت پسندانہ تنقیدی فیصلے کیوں صادر کیے گئے۔ایسی تنقید کے پس پشت کون سے عوامل کارفرما تھے۔نیز غزل جیسی صنف سخن جو ایک ہزار سال تک مقبول ترین صنف سخن رہی ،ڈاکٹر صادق اور دیگر ناقدین اس کے حوالے سے اس قدر منفی آرا کا اظہار کیوں کر رہے ہیں۔اس امر کی تفتیش کے لیے فرانسس پریچٹ نے غزل کی صنف کا مطالعہ سیاسی و ثقافتی تناظر میں کیا۔

فرانسس پریچٹ نے یہ نوٹ کیا کہ بیشتر ناقدین اردو ادب غزل کے مطالعے کی طرف راغب کرنے کی بجائے اس کے مطالعے سے دور رہنے کے مشورے سے نوازنے میں پیش پیش تھے۔فرانسس پریچٹ اس نتیجے پر پہنچیں کہ غزل کے حوالے سے اس نوع کی تنقیدی آرا تشکیل دینے میں آزاد کی آب حیات اور حالی کے مقدمئہ شعرو شاعری کا نمایاں ہاتھ ہے۔جیسے جیسے ان دو ناقدین کے تنقیدی خیالات کے ارتقا کا مطالعہ کرتی گئیں انھیں اس نتیجے پر پہنچنے میں چنداں دشواری نہیں ہوئی کہ خیالات کی اس تبدیلی کی وجہ ہندوستان کی سیاسی

صورت حال میں تبدیلی تھی۔فرانسس پریچٹ لکھتی ہیں:

The violent 'Mutiny'of 1857,and the vengeful British reaction to it,destroyed the old world of the indo Muslim elite.After 1857,the victorious British had the only game in town; they were obviously,naturally,and they made sure everyone realized it."(7)

فرانسس پرٹچٹ کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے کہ انگریزوں کے اقتدار کے بعد برصغیر کے مقامی باشندے کی مجموعی ذہنی پرداخت اسی نہج پر ہو چکی تھی کہ وہ اپنی ثقافت کو کم تر اور انگریزی ثقافت کو برتر سمجھتے تھے۔چناں چہ انگریزی ثقافت اور تعلیم کو اپنانے میں نہ صرف فخر محسوس کرتے تھے بلکہ اپنی ثقافت کو حقیر گردانتے تھے۔آزاد اور حالی نے ان حالات میں میانہ روی کی راہ اپنائی اور اپنی زبان وادب کی کجیوں اور خامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔فاتحین کی دنیا میں اپنا وجود قایم رکھنے کے لیے وہ مغربیت کو اپنانے کا پرچار کرنے لگے۔فرانسس پریچٹ کے الفاظ میں:

"...after 1857 they found themselves having to perform redical sugery on their own culture,to enable to survive in a world defined by the victors...Azad and Hali set out to replace their inherited indo Persian concept of poetry what what they understood to be the contemporary English one: a Wordsworth like vision of 'Natural Poetry'."(8)

بات یہ ہے کہ انگریزی شاعری بالخصوص ورڈزورتھ کی شاعری میں جو فطرت نگاری کا عنصر نمایاں تھا وہ غزل کی صنف میں مفقود تھا۔فرانسس پریچٹ نے اس امر کا بالکل درست تجزیہ کیا ہے کہ ہر ادب اپنے معاشرے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔چناں چہ غزل بھی برصغیر کی معاشرت کی آئینہ دار تھی بنا بریں اسے مور دالزام قرار دینا درست نہیں۔

دوسری طرف آزاد اور حالی کی مساعی کے خلوص سے بھی انکارنہیں کیا جا سکتا کیوں کہ وہ نئی مغربی ثرو ثقافت کی یلغار کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ثقافتوں کے تصادم میں خیالات کی تبدیلی بعید از فہم اور بعید از امکان نہیں ہوتی۔حالی اور آزاد بھی اسی تبدیلی کی رو کی لپیٹ میں آکر اپنی زبان وادب کی اصلاح کاری کی طرف مایل ہوئے۔ہاں یہ ضرور ہے اکثر اوقات ان کا لب ولہجہ تلخ ہو جاتا ہے جو اردو کے مداحین کو گراں گزرتا ہے۔فرانسس پریچٹ آزاد اور حالی کا دفاع کرتے ہوئے رقم طراز ہیں؛

"I salute Azad and Hali; with their backs to wall,they

had the courage to fight for the survival and renewal.They tried desprately to reorganize their culture into the lines of defense that could resist the Victorian onslaught."(9)

تاہم موجودہ دور کا تناظر بدل چکا ہے اب وکٹورین دور بیت چکا ہے مگر غزل آج بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ زندہ ہے۔فرانسس پریچٹ کہتی ہیں کہ ہمیں غزل کی زرخیز ،خوبصورت اور توانا روایت سے اردو نہ جاننے والے قارئین کو بھی متعارف کرانے کی سعی کرنا چاہیے۔

کتاب *Nets of Awarene*ss میں فرانسس پریچٹ نے ادبی تاریخ اور تنقید کی مدد سے یہ واضح کیا ہے کہ کس طرح صدیوں تک غزل ہندمسلم تہذیب کے لیے باعث فخر رہی ہے۔تاہم یکا یک اس کے اصول وضوابط مقرر کرنے والوں اور اس کے اپنے معاشرتی ماحول کے لوگوں ہی نے اس کو جھٹلانا شروع کر دیا۔روایت سے یہ کٹاؤ اس حد تک نمایاں تھا کہ جدید قاری کے لیے غزل کے مختلف النوع پہلوؤں کو سمجھنا دشوار ہوگیا۔غزل جدید قارئین کے نزدیک ایک روکھی پھیکی اور بے جان صنف سخن تھی۔ پریچٹ نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ غزل کے حوالے سے نقطۂ نظر کی یہ تبدیلی ادبی نہیں تھی بلکہ اس کے پس پشت سیاسی وجوہات تھیں۔ پریچٹ نے غزل کی صنف کے تنوع اور پیچیدگی کو بڑی عمدگی سے واضح کیا ہے اور یوں جدید قاری کو اس صنف سخن کی طرف متوجہ کیا ہے۔فرانسس پریچٹ کی یہ کتاب اردو غزل کی ایک اہم کتاب ہے جس پر انھیں بجا طور پر فخر ہے۔لکھتی ہیں:

"I am proud enough to considwe myself an heir to the rich and inexuastible tradition of the ghazal"(10)

حواشی

1- Ralph Russell. "Book Reviews", Wisconsin, *Annual of Urdu Studies.* Vol.8, 1993, p. 259

2- Frances W.Pritchett. "Preface", *Nets of Awareness*. Berkley: University of California Press, 1995, p. xvi

3- Ibid. p. xvii

4- Ibid. p. xv

5- Ibid. p. xiv

(6) Ibid . PP.xiii,xiv

(7) Ibid . P.xiv

(8) Ibid . P.xvi

(9) Ibid . P.xvi

(10) Ibid . P.xvii